ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

کتاب الہدایہ میں عرف پر مبنی عائلی مسائل کا تحقیقی جائزہ

Family Issues based on Custom: A Research Review of *"Al-Hidaya"*

***Asim Shahbaz**
Phd Research Scholar, Department of Islamic Studies, Minhaj University, Lahore

****Dr. Mohsin khan Abbasi**
Lecturer, Department of Islamic Studies, NUML University, Islamabad

*****Dr. Abbas Ali**
Researcher, Department of Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala

ABSTRACT

The abstract and findings of this research article is that Imam Marghinani (Sahib-e-Hidayah) in his famous book Al-Hidayah, like many other issues, has highlighted in terms of custom and its application in family issues and family laws as well. The need and importance of urf becomes clear in this way. This research also proves that issues which are based on urf as the urf change, their order also changes. Sahib-e-Hidayah explained the criteria of Kufw, the order of marriage of non-Kafw, the order of marrying a slave of the ruler's lawyer, the issue of seal, the difference of opinion between husband and wife regarding gift and seal, the order of unknown words for divorce, Ruling on finger-pointing with ambiguous divorce, examination with husband's type of husband and distinction due to alimony, etc This research has also shown that the ruling on many of these issues has changed due to the change in urf (custom) and there are many new contemporary issues are emerged in family law which was not found in Hidaya. This is a main argument that issues based on urf change with the changing of urf.

Key Words: *URF,kufw,non-kufw, Al-Hidaya, Sahib-e- Hidaya*

کتاب الہدایہ احناف کے فقہی ادب کا ایک بے مثال شاہکار ہے۔ جسے نا صرف فقہی ادب میں بہت شہرت اور امتیازی مقام حاصل ہے بلکہ یہ صاحب ہدایہ کی علمی و فقہی بصیرت اور بلند پایہ استدال کا بھی بہترین نمونہ ہے۔ آرٹیکل ہذا اپنے دامن میں مختلف پہلو کو سمیٹے ہوئے ہے:(جن میں ہدایہ اور صاحب ہدایہ کا تعارف، عرف کا تعارف، ہدایہ میں مذکور عائلی مسائل میں عرف کا اطلاق اور عرف پر مبنی عائلی مسائل کا عصری جائزہ شامل ہیں)ان کا مختصر جائزہ حسب ذیل ہے۔

صاحب ہدایہ کا تعارف:

حاجی خلیفہ اور دیگر محققین[1] کے مطابق صاحب ہدایہ کا مکمل نام برہانُ الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل بن خلیل بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی ہے۔ابو الحسن آپ کی کنیت ہے اور شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی[2] کے مطابق آپ کی ولادت 511ھ میں ماہ رجب کی 8 تاریخ کو بروز پیر ہوئی۔ اور شیخ قاسم بن قطلوبغا[3] نے مرغینانی کے اصلی وطن کے حوالے سے لکھا ہے جسے علامہ گنگوہی[4] نے بھی بیان کیا ہے: "مرغینانی کا اصلی وطن رشدان تھا۔ رشدان صوبہ فرغانہ کے شہر مرغینان کا ایک چھوٹا سا دیہات ہے لیکن اپنی مردم خیزی، دینی حیثیت، تمدنی اہمیت اور علمی مرکزیت کی وجہ سے چوتھی صدی ہجری میں مرغینان سے زیادہ اہم اور عظیم تر تھا۔ آپ کو دیہات، شہر اور صوبے کی وجہ سے الفرغانی المرغینانی الرشدانی کہا جاتا ہے۔"

فرغانہ صوبہ ماوراء النہر کا ایک حصہ تھا جس میں بخارا، دبوسیہ، سمرقند، فاراب، تاشقند، کاسان، ترمذ اور کاشغر کے علاقے شامل تھے۔ یہ تمام علاقے علوم وفنون اور معارفِ دینیہ کے مرکز تھے جن کی خاک سے بے شمار علمی و دینی شخصیتیں اٹھیں۔ علامہ مرغینانی نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ والد محترم کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اور پرداخت آپ کے جدمادری (نانا) القاضی الامام عمر بن حبیب بن علی کے ہاں ہوئی جو مرغینان میں قاضی کے منصب پر فائز تھے اور شمس الائمہ سرخسی کے خاص تلامذہ میں سے تھے اور شاعر بھی

---

i. (1) ۔القرشی، ابوالوفا، (س ن) الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، کراچی میر محمد کتب خانہ، ص249

ii. حاجی خلیفہ، مصطفی بن عبداللہ القسطنطيني الرومي الحنفي، (1413 - 1992) كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، دار الکتب العلمیۃ- بیروت– ج2، ص1852

iii. القادری، ڈاکٹر محمد طاہر (2016ء) تاریخ فقہ میں ہدایہ اور صاحب ہدایہ کا مقام، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور، ص11

(2). لکھنوی، ابوالحسنات محمد بن عبدالحیٔ، (1417ھ) الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیۃ (مقدمہ ہدایۃ) دار الکتاب الاسلامی، القاہرہ، مصر، ج1، ص11

(3). قطلوبغا، السودانی، زین الدین قاسم، (1992) تاج التراجم، دار العلم، بیروت، ص206

(4). گنگوہی، مولانا محمد حنیف، (س ن) غایۃ السعایۃ فی حلِ مافی الہدایہ، المکتبہ اشرفیہ لاہور، ص ج، 1، ص124

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

تھے۔ علم فقہ وکلام میں تبحر، فتوی و قضاء کے معاملے میں دقیق النظر، عالم، امام الوقت اور صاحبِ تصنیف و تالیف تھے۔ شیخ حقانی[5] لکھتے ہیں۔ مرغینانی نے صرف و نحو، عربی، فارسی، ادب، علوم بلاغت وبیان، اصول فلسفہ، علم کلام، فقہ وحدیث، علوم القرآن والتفسیر، افتاء وتدریس اور فنونِ مناظرہ میں تحصیل علم کی تکمیل کی۔ جبکہ علامہ جلال الدین بن مالک[6] فرماتے ہیں: "صاحب ہدایہ آٹھ علوم کے ماہر تھے"۔

مرغینانی کے امتیازی شمائل میں ایک پہلو یہ بھی ہے آپ کو بہت سے ممالک کے اساتذہ اور مشائخ سے شرف تلمذ نصیب ہوا جن میں فرغانہ، سمرقند، نیشاپور، مرو، بلخ، بخارا، مرغینان، اوش، حرمین، ہمدان اور بغداد کے مشائخ قابلِ فہرست ہیں۔ اس کے علاوہ شیخ حقانی[7] آپ کے اساتذہ اور مشائخ کے ذکر میں مزید بیان کرتے ہیں۔ "صاحب ہدایہ کو چار واسطوں سے امام بخاری و امام مسلم، پانچ واسطوں سے امام ترمذی اور نو واسطوں سے امام ابو حنیفہ اور ایک واسطے سے امام سرخسی اور امام ابوالحسن بزدوی رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی شاگردی اور تلمذ اور ان کی کتب سے روایات حدیث کا شرف حاصل رہا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالی نے آپ کو بے مثال قوتِ حافظہ عطا کیا تھا۔ جس طرح امام مرغینانی کے اساتذہ اور مشائخ کا سلسلہ بہت وسیع ہے اسی طرح آپ کا حلقۂ تلمذ وارادت بھی وسیع وعریض نظر آتا ہے۔ ذوقِ علم کے ساتھ تقویٰ وطہارت اور اتباع سنت آپ کی زندگی کا لازمہ رہا۔

آپ کے علمی وفقہی مقام مرتبہ کی بات کی جائے تو الدکتور وہبہ زحیلی[8] نے طبقات الفقہاء میں قاضی خان کو تیسری قسم میں اور صاحب ہدایہ امام مرغینانی کو پانچویں قسم میں شمار کیا گیا ہے۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی[9] انہیں مجتہد فی المذہب کے درجے میں شامل کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی[10]، ابن عابدین[11] اور ابن کمال پاشا[12] نے امام مرغینانی کو چوتھے درجے میں شمار کیا ہے۔ ان تمام اہل علم کی آراء اگرچہ صاحبِ ہدایہ کی فقہی قدر و منزلت کی تعیین میں مختلف نظر آتی ہیں لیکن ان میں ایک پہلو مشترک اور نمایاں ہے کہ آپ کی تبحرِ علمی اور فقہی بصیرت کا ہر کوئی قائل تھا۔

مرغینانی کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ نہیں لیکن ان کی وہ کتاب جس کی تلخیص ہدایہ کی شکل میں آج ہمارے پاس ہے کمیت اور کیفیت دونوں کے اعتبار سے بہت سی کتابوں پر بھاری ہے۔ مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے ان کی جن کتب کی نشاندہی کی ان کی تعداد گیارہ سے تجاوز نہیں کرتی اور سب فقہ کے متعلق ہیں۔ جن کا ذکر لکھنوی[13]، حاجی خلیفہ[14]، اور شیخ حقانی[15] نے کیا ہے۔ صاحبِ ہدایہ نے قدوری اور امام محمد کی جامع صغیر کے مسائل کو جمع کیا اور بعض ضروری احکام اور مسائل کا اضافہ کیا اور اس کتاب کا نام بدایۃ المبتدی رکھا بعض ازاں اس کی مفصل شرح لکھی جسے کفایہ المنتہی کے نام سے موسوم کیا۔ تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے کہ یہ کتاب (80) جلدوں پر مشتمل تھی اس عظیم الشان کتاب کی تلخیص" الہدایۃ "ہے۔

ہدایہ کا تعارف:

مرغینانی کی تمام تصانیف میں سے جو شہرت و قبولیت اور منفرد مقام" الہدایۃ "کو حاصل ہوا کسی اور کتاب کو حاصل نہ ہو سکا۔ یہ کتاب دراصل مرغینانی کی فقہی بصیرت و تبحر، تحقیق و تدوین وسعتِ مطالعہ، صلابتِ رائے، فکری وفنی پختگی اور اجتہادی ملکہ اور ثقاہت کا ایسا کامل ثبوت ہے کہ آج تک اس کی افادیت میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ تقریبا800 سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود اس کا مقام قانونی دنیاء میں بلند وبالا ہی ہے۔ ہر دور کے علماء وفقہاء اور ماہرین قانون اس سے برابر استفادہ کرتے رہے ہیں۔ اس سے بہتر، جامع ومانع، مدلل اور مربوط متن تاریخ فقہ و قانون میں آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ قدیم یا جدید قانون کی کوئی بھی کتاب عالمی سطح پر اس قدر مقبولیت اور شہرت سے بہرہ ور نہیں ہو سکی۔ جتنی مقبولیت اور شہرت ہدایہ کو نصیب ہوئی ہے۔

---

(5). حقانی، مولانا عبدالقیوم، (2003ء) ہدایہ اور صاحب ہدایہ، القاسم اکیڈمی، نوشہرہ، پاکستان، ص19

(6). القرشی، عبدالقادر بن محمد (س۔ن) الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، ج1ص 384

(7). حقانی، عبدالقیوم، (2003ء)، ہدایہ اور صاحب ہدایہ، ص18

(8). زُحَیْلِیّ، وَہْبَۃ الفِقْہ: (س ن)، "الإسلاميُّ وَأدلّتُہ"، الناشر، دار الفکر، سوریّۃ، دمشق، الطبعۃ الرَّابعۃ، ج1، ص 61

(9). لکھنوی، عبدالحی (1417ھ) الفوائد البہیہ، ص 141

(10). اعلیٰ حضرت، احمد رضا خان (س ن) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویہ، 1:43، مطبوعہ شیخ غلام علی انیڈ سنز

i. (11). ابن عابدین، محمد امین شامی (س ن) الفوائد المخصصۃ باحکام کی الحصمۃ، المکتبۃ الازہریہ، ص3

ii. ابن عابدین (1419ھ)، شرح عقودِ رسم المفتی، ص23

(12). القادری، ڈاکٹر محمد طاہر (2016ء) تاریخ فقہ میں ہدایہ اور صاحبِ ہدایہ کا مقام و مرتبہ، 16

(13). لکھنوی، عبدالحیٔ (1417ھ)، مقدمہ ہدایہ، ص13

(14). حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبد اللہ، (س۔ن)، کشف الظنون عن اسامی الکتاب والفنون، ج2، نمبر 2031

(15). حقانی، عبدالقیوم، (2003ء)، ہدایہ اور صاحب ہدایہ، سرحد، ص42

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

الھدایہ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی دو کو "ہدایہ اولین اور آخری دو کو ہدایہ آخرین" کہا جاتا ہے۔ ہدایہ اولین میں 18 کتب، 97 ابواب اور 74 فصول ہیں۔ اور ہدایہ آخرین میں 38 کتب، 60 ابواب اور 85 فصول ہیں۔ صاحبِ کشف الظنون[16] اور شیخ گنگوہی[17] نے ہدایہ کی مدح میں جو دو اشعار نقل کئے ہیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

ان الهداية كالقرآن قد نسخت
ماصنفوا قبلها في الشرع من كتب
فاخفظ قواعدها واسلك مسالكها
يسلم مقالك من زيغ ومن كذب

"ترجمہ: یعنی جس طرح قرآن کریم نے پچھلی تمام کتب کو منسوخ کر دیا اسی طرح ہدایہ بھی ان تمام فقہی کتب پر غالب آگئی جو پہلے لکھی جاچکی ہیں۔ اس کے اصول و قواعد کو یاد کر لیجئے اور اس کے طریقہ کو اپنا لیجئے تو آپ کی گفتگو کجی اور جھوٹ سے محفوظ و مامون ہو جائے گی۔"

صاحب معجم المؤلفین شیخ کحالہ[18] صاحبِ ہدایہ کی شخصیت اور ان کے علمی مقام و مرتبہ کے بارے میں اپنے تاثرات کو بیان کرتے ہیں کہ " كان فقيها فرضيا، محدثا ، حافظا ، مفسرا ، مشاركا فى انواع من العلوم۔"

"(صاحب ہدایہ) فقیہ، فرضی، حافظ، مفسر اور علوم کی تمام انواع پر دسترس رکھنے والے تھے۔"

آپ کے انتقال اور تدفین کی بابت علامہ القرشی[19]، شیخ گنگوہی[20]، مفتی بستوی[21] اور طاہر القادری[22] متفقہ طور پر لکھتے ہیں۔ آپ کا قیام زیادہ تر سمرقند میں رہا اور بالآخر انہوں نے تعلیم و تدریس، افتاء و ارشاد، تصنیف و تالیف اور ذکر و عبادت میں مصروف زندگی گزارنے کے بعد (593ھ) سمرقند میں ہی وصال فرمایا جبکہ سہ شنبہ کی شب اور ذوالحج کی 14 تاریخ تھی۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ تاریخ وفات (596ھ) ہے مگر تاریخی اعتبار سے پہلی روایت زیادی صحیح ہے۔

عرف کا مفہوم:

ماہرین لغت نے لفظِ عرف کو کئی معانی میں استعمال کیا ہے جن میں اتصال و اطمینان[23]، خوب جان پہچان[24]، علم و معرفت[25]، پسندیدہ فعل[26]، بلند اور نمایاں چیز اور اس کے علاوہ ہنر مند، نجومی کے مفہوم میں بھی یہ لفظ مستعمل ہے[27] جبکہ عرف کو جدید قانون کی زبان[28] میں Custom یا رسم و رواج بھی کہتے ہیں۔

فقہ اسلامی میں عرف کا اصطلاحی مفہوم بیان کرنے میں فقہاء کے درمیان تنوع پایا جاتا ہے۔ اِس ضمن میں فقہاء اور اصولیین سے عرف کے مفہوم کے بارے میں حسب ذیل صرف دو اہم اور بنیادی تعبیرات منقول ہیں: امام جرجانی[29] عرف کی تعریف میں لکھتے ہیں ۔

"العرف ما استقرت النفوس عليه بشهادة العقول و تلقته الطباع السليمة بالقبول۔"

"عرف وہ ہے جو عقلی شہادت پر دلوں میں قرار پکڑے اور سلیم (درست) طبیعتیں (فطرتِ سلیمہ) اُس کو بخوشی قبول کر لیں۔"

معاصر فقہاء میں سے ابوزہرہ مصری[30] نے عرف کی تعریف حسب ذیل کی ہے:

"العرف ما اعتاده الناس من معاملات و استقامت عليه أمورهم۔"

---

(16). حاجی خلیفہ، کشف الظنون۔ ج2، ن2032

(17). گنگوہی، مولانا محمد حنیف، (س ن) غایۃ السعایۃ فی حلِ مافی الہدایہ، المکتبہ اشرفیہ لاہور، ص ج، 1، ص127

(18). کحالہ، عمر رضا، (1957ء)، معجم المولفین، بیروت، ج1، ص411

(19). القرشی، عبدالقادر بن محمد، (س۔ن) الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، ج1، ص4

(20). گنگوہی، مولانا محمد حنیف، (س ن) غایۃ السعایۃ فی حلِ مافی الہدایہ، المکتبہ اشرفیہ لاہور، ص ج، 1، ص127

(21). بستوی، مفتی عبدالحلیم قاسمی، (س ن) احسن الہدایہ ترجمہ و شرح ہدایہ، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج1، ص61

(22). القادری، ڈاکٹر محمد طاہر، شیخ الاسلام (2016ء) تاریخ فقہ میں ہدایہ اور صاحب ہدایہ کا مقام، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور، ص12

(23). ابن فارس، ابوالحسن احمد بن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۱۳ھ، ۴، ص۲۸۱

(24). افریقی، ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الافریقی، (س ن) لسان العرب، دار صادر بیروت، سن ندارد، ۹، ص۲۳۹، کتاب العین بذیل مادہ ع رف

(25). الاصفہانی، حسین محمد الراغب، (1423ھ) المفردات فی غریب القرآن، دار احیاء التراث العربی، ص:۳۴۳

(26). افریقی، (س ن) لسان العرب، ۹، ص۲۳۹

(27). افریقی، (س ن) لسان العرب، کتاب العین، ۹، ص۲۴۰، بذیل مادہ ع رف

(28) Garner, Bryan a., Black's Law Dictionary, Thomson West, 2004, 8th Edition, P.413.

(29). الجرجانی، علی بن احمد بن محمد، (۱۴۲۳ھ) کتاب التعریفات، دار الکتاب العربی بیروت، ص:۱۳۰

(30). ابوزھرہ مصری، (1415ھ) اصول الفقہ، دار الفکر العربی، قاہرہ، ص ۲۷۳

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

"عرف وہ معاملات جن پر عمل کرنے کے لوگ عادی ہو گئے ہوں اور اُس پر اُن کے امور قائم ہو چکے ہوں۔"

عرف کی حجیت:

اگر عرف کی حجیت کی بات کی جائے تو اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں سورۃ الاعراف[31] میں اس کی بابت ارشاد فرمایا ہے کہ

"خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰہِلِیْنَ۔"

" آپ درگزر فرمانا اختیار کریں اور بھلائی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔"

اِس آیہ کریمہ سے بہت سے فقہاء اور مفسرین نے حجیت عرف پر استدلال پکڑا ہے۔ اُستاد ابوسنہ احمد فہمی[32] اِسی آیت کی تفسیر میں حجیتِ عرف کے استدلال میں لکھتے ہیں:

"ان الله أمر نبيه بالعرف، وهو ما تعارفه الناس فيما بينهم قولًا أو عملًا و استطابته نفوسهم و تقبلته عقولهم، فالعمل به مقتضى الأمر و إلا لم يكن للأمر به فائدة۔"

"یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عرف کا لحاظ کرنے کا حکم دیا ہے اور عرف وہ ہے جو لوگوں میں قولی یا فعلی اعتبار سے متعارف ہوتا ہے، اُن کے دل اُس پر مطمئن ہوتے ہیں اور عقلیں اُسے قبول کرتی ہیں۔ پس امر کا تقاضا یہ ہے کہ عرف کے مطابق عمل کیا جائے ورنہ اس کے حکم کا کوئی فائدہ نہیں۔ مذکورہ بالا آیتہ مقدسہ اوراس کی تفسیر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عرف اور معروف وہ اُمور ہیں جن کا احکام شریعت میں بہر طور اعتبار کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُستاد مصطفی زرقاء[33] نے اِس پر اپنی رائے اِن الفاظ میں باندھی ہے:

"وقلما يوجد باب من أبواب الفقه لا يكون للعرف مدخل فى أحكام حتى باب الجرائم و العقوبات۔"

"یعنی شاید ہی فقہ کا کوئی باب بشمول جرائم و عقوبات ایسا ہو کہ جس کے احکام میں عرف کا اعتبار و دخل نہ ہو۔"

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے موقوف روایت ہے۔ جسے ابوداؤد طیالسی[34] نے اپنی مسند، امام حاکم[35] نے اپنی مستدرک میں نقل کیا ہے۔ جس کا آخری حصہ یہ ہے:

" فما رآه المسلمون حسنًا فهو عند الله حسن، وما رآه المسلمون قبيحًا فهو عند الله قبيح۔"

"پس جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جسے مسلمان بُرا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بُرا ہے۔"

اعراف کی حجیت اجماع عملی سے بھی ثابت ہوتی ہے اِس بارے میں العلوانی[36] لکھتے ہیں۔

"إذا تعارف الناس فى عصر العصور على أىّ عمل، و استمروا عليه ولم ينكر عليهم أحد من العلماء مع علمهم به، بل ربما عملوا به، فهذا ما يسمّى بالإجماع العملى۔ فالأمر فى المبدإ عرف، ثم يكتسب بعد ذلك صفة الإجماع العملى۔"

"جب کسی زمانے کے لوگ کسی عمل سے متعارف ہوں اور اُس پر مسلسل عمل پیرا رہے ہوں اور کسی بھی صاحب علم نے اُس کا علم ہونے کے باوجود اُس کا انکار نہ کیا ہو بلکہ انہوں نے اُس پر ہو سکتا ہے کہ عمل کیا ہو تو اِس کا نام اجماع عملی ہے جو کہ ابتدا میں عرف ہوتا ہے اور اُس کے بعد وہ اجماع عملی کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔"

عرف کی ضرورت و اہمیت:

عرف کی ضرورت و اہمیت کا اندازہ امام جلال الدین سیوطی[37] کے بیان سے باخوبی کیا جا سکتا ہے۔

"كل ما ورد به شرع مطلقاً و لا ضابط له فيه ولا فى اللغة يرجع فيه الى العرف۔"

"شریعت میں جو چیز مطلق وارد ہوئی ہو اور شریعت میں اس کے لیے کوئی ضابطہ نہ ہو اور نہ ہی لغت میں، تو ایسی صورت میں عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا۔"

امام الزرقا[38] بیان کرتے ہیں کہ

"ان العرف بمنزلة الاجماع شرعاً عند عدم النص۔"

"شریعت میں عدم نص کے صورت میں عرف کو اجماع کی حیثیت حاصل ہے"۔

جبکہ علامہ ابن عابدین[39] عرف کی حجیت اور اس کی ضرورت و اہمیت کو یوں بیان کرتے ہیں

---

(31). الاعراف،۷: ۱۹۹

(32). ابوسنہ، احمد فہمی (۱۹۴۷ء)، "العرف والعادۃ فی رأی الفقہاء"، مطبعۃ الازھر القاھرۃ، ص ۲۳

(33). زرقاء، مصطفیٰ، شیخ: (س ن)، "المدخل الفقہی العام"، لبنان، دار الکتب العلمیۃ، ج ۲، ص ۸۵۱

(34). ابوداؤد طیالسی، سلیمان بن داود أبو داود الفارسي البصري: (س ن)، "مسند أبي داود الطيالسي"، دار النشر: دار المعرفة- بیروت، ج ۱، ص ۳۳

(35). حاکم، محمد بن عبد اللہ أبو عبد اللہ الحاکم النيسابوري: (1411ھ- - 1990م)، "المستدرک علی الصحیحین"، دار النشر: دار الکتب العلمیة - بیروت، ج ۳، ص ۷۸

(36). العلوانی، محمود، (2016ء) العرف واثرہ فی الشریعۃ والقانون، منشورات الحلبی، ص: ۱۲۴

(37). سیوطی، جلال الدین عبد الرحمٰن: (۱۹۹۸ھ)، "الاشباہ والنظائر"، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ص196

(38). الزرقا، (1968ء) المدخل الفقہی العام، ج 1، ص 409

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

ليس للمفتي ولا للقاضي ان يحكما على ظاہر المذہب و يتركا العرف ۔

" کسی مفتی یا قاضی کے لیے جائز نہیں کہ وہ عرف کو چھوڑ کر ظاہر مذہب پر فتویٰ دیں"۔

عرف کی قبولیت کی شرائط:

فقہاء اور اصولیین نے عرف کی ضرورت واہمیت کے ساتھ ساتھ اس کی قبولیت کے لیے درج ذیل شرائط بیان کی ہیں۔

1۔ عرف کلی یا غالب ہو(40)

2۔ قانون سازی یا معاملہ کے وقت عرف قائم ہو(41)

3۔ اہل معاملہ نے عرف کے خلاف کوئی شرط نہ لگائی ہو(42)

4۔ عرف نص شرعی سے متعارض نہ ہو(43)

عائلی مسائل:

عائلی مسائل کو عربی اصطلاح میں "أحوال شخصية اور فقه الأسرة" کہتے ہیں۔ جبکہ جدید اصطلاح میں فیملی لاء کہا جاتا ہے۔ یہ وہ احکام ہیں جن کا تعلق خاندان کے تشکیل پانے اور ان کے مابین تعلقات وغیرہ سے ہوتا ہے۔ جیسے نکاح، طلاق، نسب، نان ونفقہ اور میراث، حضانت وغیرہ کے احکام۔ احکام کا تعلق اور مقصود میاں بیوی اور خاندان کے دیگر افراد کے آپس کے تعلقات کو ایک نظم کے تحت لانا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے، کہ قرآن پاک میں مذکور آیات احکام کا کم وبیش ایک تہائی یا اس سے کچھ زائد حصہ صرف شخصی اور عائلی قوانین سے متعلق ہے۔ آرٹیکل ہذا میں کتاب الہدایہ کے عائلی مسائل میں سے بالخصوص نکاح اور طلاق سے متعلق عرف پر مبنی مسائل کا عصری جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نکاح میں کفو کی حیثیت اور اس کے معیار پر عرف کا اثر:

اسلام نے نکاح کی شرائط میں جہاں اور بہت سی چیزوں کا خیال رکھا ہے وہاں زوجین کے باہم حسب ونسب اور پیشہ وبرادری وغیرہ کا بھی خیال رکھا ہے تاکہ ان کے ازدواجی تعلق میں ایک توازن پیدا ہو سکے۔ شرعی اصطلاح میں اس اصول کو کفو کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ شریعت مطہرہ میں اس اصول کے پیچھے بہت بڑی حکمت کارفرما ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب ہدایہ(44) نے نکاح کے لیے عرف وعادت کے تحت کفو کی شرط کا اعتبار کرتے ہوئے کفو میں پیشے کو کافی اہمیت دی ہے۔ پیشے میں کفاءت سے مراد ہے کہ نکاح کے لئے دونوں افراد (زوج اور زوجہ) ہم پیشہ ہوں ۔ اس اہمیت کی وجہ بیان کرتے ہوئے صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔

"وجه الاعتبار، أن الناس يتفاخرون بشرف الحرف ويتعيرون بدناءتها۔"

" کفاءت کے معتبر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ لوگ پیشے کی عمدگی پر فخر کرتے ہیں، اور اس کے گھٹیا پن سے عار محسوس کرتے ہیں۔"

اس عبارت میں صاحب ہدایہ نے اگرچہ صراحتاً عرف کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے لیکن عوام الناس کے معمول کی طرف اشارہ کرکے عرف کو نمایاں کر دیا ہے۔ اور یہ اصول بیان کیا ہے کہ رشتہ ازدواج قائم کرتے وقت میاں بیوی کے کفو کا لحاظ رکھا جائے۔ یہ کفو ان کے ہنر اور پیشے میں دیکھا جاتا ہے۔ اگر فریقین میں سے ایک کا تعلق عمدہ پیشے سے ہو جبکہ دوسرا فریق کسی معیوب پیشے سے منسلک ہو تو ایسے تفاوت میں ان کا نباہ مشکل ہو جاتا ہے۔ لہذا شریعت نے کفو کو معتبر جانا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے کفو کی بحث میں جہاں پیشے اور ہنر کی کفاءت کے معتبر ہونے کا قول نقل کیا ہے، تو اس کی بنیادی وجہ عرف کو قرار دیا ہے چونکہ لوگوں کے ہاں یہ معروف ہے کہ وہ پیشوں کی وجہ سے تفاخر اور تناقص کا تصور رکھتے ہیں، پیشوں کو پسند اور نا پسند کرتے ہیں، لہذا اگر ایک فریق کا پیشہ بہت عمدہ ہو اور دوسرے فریق کا پیشہ اس معاشرے کے مطابق گھٹیا اور ناپسندیدہ ہو تو ان کے لئے مشکل اور پریشانی کا باعث ہوگا لہذا حکمت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ معاشرے کے اس عرف کو ملحوظ رکھا جائے۔ اگر موجودہ عرف میں دیکھا جائے تو اب بھی لوگ ذات پات اور پیشہ جات میں تفاخر سے کام لیتے ہیں۔ موجودہ دور میں اس عرف کو دار الافتاء دار العلوم دیوبند کے مفتیان(45) اور دار الافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن(46) کے مفتیان نے بیان کیا ہے۔ لیکن یہاں ایک اور بات بھی قابلِ غور ہے وہ یہ کہ ہدایہ کا عرف ہو یا موجودہ عرف دونوں اعراف

---

(39). ابن عابدین، (س ن) رسائل ابن عابدین، ج2، ص110

(40). ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم: (1430ھ)، "الاشباہ والنظائر"، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص ۹۵

(41). ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم: (1430ھ)، "الاشباہ والنظائر"، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص ۱۰۱

(42). جمعیۃ المجلۃ: (س ن)، "مجلۃ الأحکام العدلیۃ"،: (تحقیق: نجیب ھواوینی) دار النشر: کارخانہ تجارت کتب، دفعہ: ۱۳۰

(43). ابن عابدین، (س ن) مجموعہ رسائل، ۲، ص ۱۱۵

(44). مرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل: (2003ء)، "کتاب الہدایہ"، بیروت، دار الفکر ج1، ص202

(45)۔ https://darulifta-deoband.com/home/ur/nikah-marriage/2372، مورخہ 31 مارچ 2020ء، 2 دوپہر بجے دن

(46)۔ https://www.banuri.edu.pk/readquestion، مورخہ 31 مارچ 2021ء، 2 بجے دوپہر

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

میں صنعت و حرفت، پیشہ اور ذات پات کا تفاخر موجود رہا ہے اور عقد نکاح کے دوران ان کا خیال بھی رکھا جاتا ہے۔اس علاوہ اگر دیکھا جائے تو عصر حاضر میں کفو میں معیار تصور کی جانے والی اشیاء کی فہرست میں بھی اضافہ ہوا ہے۔یعنی جو چیزیں پہلے ادوار میں بطور کفو معیار نہیں سمجھی جاتی تھیں اب ان کو بھی کفو کی لسٹ میں شامل کر لیا گیا ہے۔عرف حاضر میں کفو کے مفہوم اور اس کے معیار میں پیدا ہونے والی تبدیلی کو ذکر کرتے ہوئے مفتی منیب الرحمٰن (47) لکھتے ہیں۔

"کفو سے مراد یہ ہے کہ لڑکا اورلڑکی حسب و نسب مال و دولت، دین داری اور صنعت و حرفت کے پیشے کے لحاظ سے ہم پلہ ہوں آج کل کے جدید شہری ماحول میں عہدہ و منصب اور تعلیم بھی اس معیار میں شامل ہے۔"

اگر مذکورہ بالا اقتباس پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح لوگ ذات پات اور پیشہ ہائے زندگی کے معاملے میں ہدایہ کے دور میں تفاخر سے کام لیتے تھے وہی معاملہ آج کے عرف میں بھی ہے اگرچہ اب اس معاملے میں اتنی شدت نہیں رہی بالخصوص شہری علاقوں میں۔لوگ برادری، ذات پات وغیرہ کے جھنجھٹ سے آہستہ آہستہ نکل رہے ہیں۔لیکن یہ تفاخر ذات پات سے نکل کر مال میں سرایت کرتا جارہا ہے۔یعنی قباحت ختم نہیں ہوئی بلکہ نیا رنگ اختیار کر رہی ہے۔

جیسا کہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے بیان کیا ہے کہ ان یہ تفاخر ذات پات سے نکل کر عہدہ و منصب اور تعلیم میں منتقل ہو رہا ہے۔پہلے ادوار میں تفاخر اور تناقص کے معیارات اور تھے جن کا کفو میں لحاظ رکھا جاتا تھا۔جبکہ آج کے دور میں تفاخر اور تناقص کے معیارات بدل چکے ہیں۔جن کا آج کے کفو میں خیال رکھا جاتا ہے۔کفو کے معیار میں یہ تبدیلی مرور زمانہ، بدلتے ہوئے احوال اور عرف وعادت میں تغیر کی واضح دلیل ہے۔

عرف حاضر میں لڑکی کے غیر کفو میں نکاح کرنے پر اولیاء کا اختیار:

گزشتہ بحث میں کفو کے مفہوم اور اس دائرہ کار کی حدود میں مرور زمانہ کے ساتھ پیدا ہونے والے اختلاف کو ذکر کیا گیا ہے۔لیکن ایک سوال یہ بھی ہے کہ غیر کفو میں نکاح کا کیا حکم ہوتا ہے کیا غیر کفو میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟اس حوالے سے صاحب ہدایہ (48) لکھتے ہیں۔

" وإذا زوجت المرأة نفسها من غير كفء فللأولياء أن يفرقوا بينهما"

"اور جب عورت نے غیر کفو سے اپنا نکاح کر لیا تو اولیاء کو ان میں تفریق کرنے کا حق حاصل ہے۔"

مذکورہ عبارت میں بیان کردہ حکم بالکل واضح ہے کہ ان کا نکاح تو ہو جائے گا لیکن اولیاء کے لیے بھی یہ حق باقی رہے گا کہ وہ ننگ وعار سے بچنے کے لیے بذریعہ قاضی ان کے درمیان تفریق کروا سکیں۔یہ حکم صاحب ہدایہ نے اپنے عرف کے مطابق پیش کیا ہے۔لیکن جب حالات مزید دیگر گوں ہونے لگے اور لوگ ذات پات کے جھنجھٹ میں پھنسنے لگے تو ہمارے بعض متاخرین فقہاءِ احناف نے امام اعظم سے حضرت حسن بن زیاد کی روایت نادرہ پر عمل کرتے ہوئے یہ فتوی بھی دیا کہ ایسا نکاح منعقد ہی نہ ہو گا، کیوں کہ غیر کفو سے نکاح پر اولیاء کو ننگ و عار کا ضرر لاحق ہوتا ہے اور بعد میں اس کی تلافی بھی نہیں ہو پاتی(یعنی قاضی کے یہاں مقدمہ دائر کر کے نکاح کو فسخ کرانا بہت مشکل ہوتا ہے۔)لہٰذا نکاح ہی منعقد نہیں ہو گا اعلیٰ حضرت (49) اسی حکم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"شرع میں غیر کفو وہ ہے کہ نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اس کے ساتھ عورت کا نکاح اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار ہو،ایسے شخص سے اگر بالغہ بطور خود نکاح کرے گی نکاح ہو گا ہی نہیں اگرچہ نہ ولی نے منع کیا ہو نہ اس کے خلاف مرضی ہو۔یہ نکاح اس صورت میں جائز ہو سکے گا کہ ولی نے پیش از نکاح اس غیر کفو بمعنیٰ مذکور کی حالت مذکورہ پر مطلع ہو کر دیدہ ودانستہ صراحتاً بالغہ کو اس کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے دی ہو،ان میں سے ایک شرط بھی کم ہو تو بالغہ کا کیا ہوا وہ نکاح باطل محض ہو گا اور ولی کو اس کے فسخ کرنے یا اس کا فسخ چاہنے کی کیا حاجت کہ فسخ تو جب ہو کہ نکاح ہو گیا ہو،یہ تو سرے سے ہوا ہی نہیں۔"

اعلیٰ حضرت نے یہ حکم اپنے عرف کے سامنے رکھتے ہوئے بیان کیا تھا لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ کالجوں کی مخلوط تعلیم ، موبائل کے بڑھتے ہوئے روابط کلبوں اور تفریح گاہوں کی آزادانہ روش اور دوسری بہت سی خامیوں اور خرابیوں کے باعث بہت سے لڑکے لڑکیاں اپنا نکاح خود کر لیتے ہیں، پھر کورٹ کے ذریعہ قانوناً اسے مضبوط بھی بنا لیتے ہیں اور ماں باپ اور خاندان سے الگ ہو کر آزادانہ زندگی بسر کرنے لگتے ہیں۔ اولیاء اپنی قوت، سماج کی قوت یا قانون کی قوت سے بھی انہیں جدا کرنے سے عاجز ہوتے ہیں۔اس صورت حال میں اگر یہ حکم بیان کیا جائے کہ ان کا سرے سے نکاح ہی نہیں ہوا تو ان کی باقی زندگی اور قربت تا عمر حرام کاری میں بسر ہوگی اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اولاد زندگی بھر حرام کاری میں مبتلا ہو تو اس کا ضرر اور اس سے پیدا ہونے والا ننگ و عار غیر کفو میں نکاح کے عار سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔مولانا برکاتی (50) بدلتے ہوئے احوال کے تحت عرف حاضر کے تناظر میں اس کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اصل مذہب حنفی اور امام اعظم سے منقول روایت ظاہرہ یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ اگر اپنا نکاح غیر کفو سے بے اذن ولی کرے تو نکاح منعقد ہوجائے گا اور ولی کو اختیار ہو گا کہ قاضی کے یہاں مقدمہ دائر کر کے یہ نکاح فسخ کرا دے۔اس اصل مذہب سے

---

(47). منیب الرحمٰن، مفتی،(2005) تفہیم المسائل،لاہور،ضیاء القرآن پبلی کیشنز،ج1،ص

(48). مرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل:(2003ء)،"کتاب الہدایہ"،بیروت، دار الفکر، ج1،ص201

(49). اعلیٰ حضرت،(2008ء)فتاویٰ رضویہ،ج11،ص288

(50). برکاتی، نظام الدین، رضوی:(2014ء)،"مجلس شرعی کے فیصلے"،کراچی، مکتبہ دار النعمان،ص419

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

عدول کر کے متاخرین نے جس مصلحت کے پیش نظر روایت نادرہ کو اختیار کیا آج اس مصلحت کا حصول اور مفسدہ کا زوال کسی طرح نظر نہیں آتا۔ اس لیے موجودہ حالات اس بات کے مقتضی ہیں کہ اب اصل مذہب کی طرف رجوع ہو اور روایت ظاہرہ کو اختیار کرتے ہوئے یہ حکم دیا جائے کہ عاقلہ ،بالغہ نے بے اذن ولی اگر اپنا نکاح مسلمان غیر کفو سے کرلیا تو وہ نکاح جائزو درست ہو گا۔ اس روایت پر عمل و فتویٰ میں عاقلہ بالغہ کو اپنی ذات کے معاملے میں اس کا تصرف بحال کرنا بھی ہے اور اولاد کو مدۃ العمر حرام کاری کے جرم سے بچانا بھی۔"

مذکورہ بالا تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہاں مرورِ زمانہ اور تغیر عرف کے باعث کفو کے دائرہ اثر میں تبدیلی واقع ہوئی ہے (جیسے موجودہ دور میں کفو میں تعلیم اور ملازمت کے عہدہ و منصب کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے جو کہ پہلے نہ تھا) وہاں غیر کفو میں نکاح کے حکم میں عرف واحوال میں تغیر کے باعث کئی مرتبہ تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ متقدمین فقہاء احناف کے ہاں بدون اذنِ ولی عاقلہ بالغہ عورت کا نکاح غیر کفو میں امام اعظم سے منقول ایک روایت کے تحت جائز تھا، لیکن بعد میں متاخرین فقہاء نے وقت اور حالات کی ضرورت کے پیش نظر امام اعظم سے منقول دوسرے قول کی طرف عدول کر کے حکم پیش کیا کہ بدونِ اذن ولی نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا جیسا کہ اعلیٰ حضرت سے منقول اقتباس سے واضح ہے۔ وقت اور حالات نے دوبارہ کروٹ لی تو آج کے فقہاء نے ضرورتِ معاشرہ کے پیش نظر متقدمین کے حکم کی طرف رجوع کیا ہے اور نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ یہ عرف کے بدلنے اور اس کے تحت حکم کے بدلنے کی واضح دلیل ہے۔

وکیل کا کسی غیر کی باندی سے موکل کا نکاح کرنے میں عرف کا اعتبار:

مسئلے کی نوعیت یہ ہے کہ کسی حاکم یا گورنر نے کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا، اور یوں کہا کہ کسی عورت سے میرا نکاح کر دو، اس وکیل نے تعمیل حکم کرتے ہوئے اپنے غیر کی باندی سے اس کا نکاح کر دیا۔ تو اس بارے میں صاحب ہدایہ[51] لکھتے ہیں کہ صاحبین کے ہاں یہ نکاح جائز نہیں دلیل یہ ہے کہ

"لا يجوز إلا أن يزوجه كفوا لأن المطلق ينصرف إلى المتعارف وهو التزوج بالأكفاء."

"جائز نہیں، سوائے اس کے کہ مامور کفو میں نکاح کرے، اس لئے کہ مطلق متعارف کی طرف لوٹتا ہے اور متعارف کفو میں شادی کرنا ہے۔"

مذکورہ بالا مسئلہ میں صاحبین کے ہاں غیر کفو میں نکاح کرنے کے ناجائز ہونے کے سبب اس امر کا معروف نہ ہونا قرار دیا ہے۔ ایک اعتبار سے یہ کفو کا معاملہ ہے لیکن اگر اس مسئلہ کے دوسرے پہلو کو دیکھا جائے تو یہ مسئلہ باندی سے متعلق ہے۔ جبکہ موجودہ عرف میں باندی اور غلام کا تصور معدوم ہو چکا ہے، لہٰذا آج کے دور میں اس مسئلہ کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ اس کا اطلاق ممکن نہیں۔ علامہ زاہد الراشدی[52] صاحب موجودہ دور میں غلامی کے تصور کے ختم ہو جانے کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"فقہاء یہ اصول بیان فرماتے ہیں کہ ہم ان بین الاقوامی قوانین کا، عرف کا اور تعامل کا احترام کریں گے جو نص قطعی سے ٹکراتے نہ ہوں۔ اس اصول کی رو سے اسلام نے جو غلامی کا ایک طریقہ برقرار رکھا تھا وہ بھی آج کے دور میں عملاً باقی نہیں رہا اس لیے کہ بین الاقوامی معاہدات کی رو سے آج دنیا میں جنگی قیدیوں سے متعلق واضح اصول اور ضابطے موجود ہیں، ان ضابطوں کی کوئی بھی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔"

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غلاموں اور باندیوں کا جو رواج ہدایہ کے عرف میں تھا وہ آج نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ معاصر فتاویٰ میں ان کا ذکر یا احکام نظر نہیں آتے یہ فقط تبدیلی عرف کے باعث ہے نا کہ کسی نص کہ وجہ سے کیونکہ نصوص آج بھی اپنی جگہ محکم اور ثابت ہیں۔ تبدیلی صرف عرف میں واقع ہوئی ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام نے اصلاً غلامی کے تصور کو اتنا پسند بھی نہیں کیا۔ چونکہ اسلام کے ابتدائی دور میں غلامی کا عرف رائج تھا تو اسلام نے دیگر جائز اعراف کی طرح اسے بھی جائز رکھا نا کہ نئے سرے سے متعارف کروایا۔ لیکن اگر اسلام کی تعلیمات اور ان کی حکمتوں کو بغور دیکھا جائے تو اسلام غلامی کے تصور کو مختلف انداز سے تدریجاً ختم کرتا نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب غلامی کا تصور دنیا سے ختم ہوا تو اسلام نے نا صرف بلا تامل اسے قبول کیا بلکہ اور اس تصور کی کھلے دل سے حمایت بھی کی ہے۔

مہر مثل کی تعین کا معیار عرف :

شریعت مطہرہ میں جہاں عورت کے لیے مہر مثل کی بات ہوئی ہے تو اس کا معیار عرف کو بنایا گیا۔ یعنی اگر عورت کے مہر کا تعین کسی وجہ سے نہیں کیا جا سکا یا اس میں اختلاف واقع ہو گیا تو اس صورت میں وہ مہر مثل کی مستحق ہو گی۔ مثل با معنیٰ معروف ہوتا ہے یعنی اس خاندان کی اسی عمر اور اس جیسی خوبیوں کی حامل دوسری عورتوں کا جو مہر تھا فریقین میں اختلاف واقع ہونے کی صورت میں ان عورتوں کو ادا شدہ مہر پر قیاس کرتے ہوئے مہر مثل دیا جائے۔ اور دوسرے لفظوں میں اس خاندان میں عورتوں کو جو مہر دینا رائج ہے اسی کو بنیاد مانا جائے گا۔ اور یہاں عرف خاص ہے یعنی اس خاندان کی عورتوں کا عرف، مہر کی جو مقدار اس خاندان کی عورتوں میں رائج ہو گی اسی کو بنیاد بنا کر فریقین میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ مہر مثل کے حوالے سے ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے نکاح کیا اور کپڑے کو مہر بنایا، لیکن اس نے کپڑے کی نوع یعنی قسم بیان نہیں کی۔ صرف جنس ثوب بیان کی، تو اس صورت میں مہر مثل ادا کیا جائے گا[53] لہٰذا لکھتے ہیں۔

"وإن تزوجها على ثوب غير موصوف فلها مهر المثل."

"اگر عورت سے کسی غیر موصوف کپڑے کے عوض نکاح کیا، تو اس کو مہر مثل دیا جائے گا۔"

---

(51). مرغینانی، (2003ء) الہدایۃ شرح البدایۃ، ج1، ص204

(52) http://zahidrashdi.org/896، 15 جنوری 2021 دن دو بجے

(53). مرغینانی، (2003ء) الہدایۃ شرح البدایۃ، ج1، ص209

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

مذکورہ مسئلہ میں کپڑے کی نوع، قسم اور کوالٹی کے عدم تسمیہ کے دوران مہر کے اطلاق کو کسی نص یا لغت سے مقید نہیں کیا گیا۔بلکہ اس اطلاق کو مثل کے ساتھ خاص کیا ہے۔اور مثل کا براہ راست تعلق عرف کے ساتھ ہے۔کیونکہ مثل معروف ہی کی ہوتی ہے۔یعنی جو حکم رائج اور معروف ہو اس کا مثل ہوتا ہے۔جس عرف میں جو مثل مشہور ہو گا اسی مثل کا حکم ثابت ہو گا۔اور یہی حکم موجودہ دور کے علماء نے بھی بیان کیا ہے۔دارالافتاء دارالعلوم دیوبند(54) کے مفتیان مہر مثل کا حکم بیان کرتے ہیں۔

"اصل تو مہر وہ ہے جس پر عاقدین راضی ہو جائیں، مہر مثل کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جبکہ مہر متعین نہ ہو اور نہ ہی زوجین بعد میں کسی رقم پر راضی ہوئے ہوں اور زوجین میں صحبت یا خلوتِ صحیحہ کی نوبت آگئی ہو، مہر مثل کا حاصل یہ ہے کہ اس لڑکی کو وہی مہر ملے گا جو اس کے والد کے خاندان مثلاً: بہنوں، پھوپھیوں، چچازاد بہنوں جو اس کے عمر اور حسن وجمال میں اس لڑکی کے ہم پلہ ہوں ان کا جو مہر ہو گا وہی اس کا ہو گا۔"

مذکورہ بالا اقتباس کے جائزے سے یہ بات نمایاں ہوتی ہے کہ مہر مثل کا حکم ہر دور میں معروف رہاہے اور اس کے تعین کا معیار اس عورت کے خاندان کا اس جیسی عورتوں کے حوالے سے عرف ہے۔

زوجین میں ہدیہ اور مہر میں اختلاف ہونے کی صورت میں عرف کا اعتبار:

مہر کے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کوئی چیز ارسال کرتا ہے لیکن واضح نہیں کرتا کہ یہ ہدیہ ہے یا مہر اور زوجین میں اس حوالے سے اختلاف ہو جاتا ہے۔بیوی کہتی ہے کہ وہ چیز ہدیہ ہے۔اور شوہر کہتا ہے کہ وہ چیز ہدیہ نہیں،بلکہ تمہارے مہر کا ایک حصہ ہے۔تو اس صورت میں احناف کے ہاں شوہر کا قول مملک ہونے کی وجہ سے معتبر شمار ہو گا ،اور شوہر جہت تملیک اور مملک سے زیادہ واقف ہے۔لہذا تملیک کی جو جہت وہ طے کرے گا اسی پر حکم لگایا جائے گا۔یہاں تک تو بات واضح ہے ۔لیکن اگر شوہر نے عورت کو کھانے پینے والی اشیاء بھیجیں تو اس کا حکم کیا ہو گا؟ اس حوالے سے صاحب ہدایہ(55) لکھتے ہیں۔

"قال:إلا في الطعام الذي يؤكل، فإن القول قولها والمراد منه ما يكون مهيأ للأكل لأنه يتعارف هدية فأما في الحنطة والشعير فالقول قوله لما بينا."

" اگر شوہر نے حق مہر میں وہ کچھ دیا جو کھایا جاتا ہے تو اس صورت میں شوہر کا نہیں بلکہ عورت کا قول معتبر ہو گا۔اور طعام سے مراد وہ کھانا ہے جسے کھانے کیلئے تیار کیا گیا ہو۔کیونکہ عرفِ عام میں وہ ہدیہ ہی ہے۔لیکن (گیہوں)گندم اور جو میں شوہر کا قول معتبر ہو گا۔اس دلیل کی وجہ سے جو ذکر کی گئی ہے۔"

صاحب ہدایہ نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ چونکہ معاشرے میں بیوی کو پکی ہوئی چیز بھیجنا ہدیہ تصور کیا جاتا ہے لہذا وہ ہدیہ شمار ہو گی اگر ویسے ہی گندم اور جو کی شکل میں اناج دیا تو یہ مہر ہو گا کیوں کہ ایسا ہی معروف ہے۔اعلیٰ حضرت(56) تحائف کے حکم کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"دلہن کا گہنا جوڑا جو بری میں جاتا ہے اگر نصاً یا عرفاً اس میں بھی تملیک مقصود ہوتی ہو جیسے شکر، میوہ، عطر، پھلیل وغیرہ مطلقاً ہوتی ہے تو وہ بھی قبضہ منکوحہ ملک منکوحہ ہو گا، ہمارے یہاں شرفا کا عرف ظاہر یہی ہے، لہذا بعد رخصت اس کے واپس لینے کو سخت معیوب وموجب مطعونی جانتے ہیں، اور اگر لے لیں تو طعنہ زن یہی کہتے ہیں کہ دے کر پھیر لیا یا صرف دکھانے کو دیا تھا، جب دہن آگئی چھین لیا یعنی ان کی رسم معہود کے خلاف ہے۔"

اعلیٰ حضرت کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ عطر اور خوشبو وغیرہ کو بھی عورت کی ملک قرار دیتے ہیں۔اس کے علاوہ لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی کو بری کی شکل میں ملنے والے کپڑے اور زیوارت کو بھی اپنے عرف کے تحت لڑکی کی ملکیت شمار کرتے ہیں۔بری کے سامان اور زیورات وغیرہ کا یہی حکم مفتی منیب الرحمٰن(57) نے بھی بیان کیا ہے۔ان اقتباسات سے یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ کھانے پینے کی اشیاء اور خوشبو وغیرہ عورت کے حق میں تحفۃً ملکیت ثابت ہوتی ہیں۔رہی بات دوسری چیزوں کی تو ان کا حکم بھی عرف کے تحت ہو گا۔جو عرف میں رائج ہو گا وہی حکم ہو گا۔اگر یہاں ہدایہ کے اور موجودہ عرف کا جائزہ لیا جائے تو ہمارے عرف میں شوہر کی طرف سے بری (کپڑے اور زیورات وغیرہ) کا رواج بھی چل نکلا ہے جو ہدایہ کے ہاں نہیں تھا لیکن ایک بات دونوں ادوار میں مماثل ہے کہ اختلاف کی صورت میں عرف ہی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ موجودہ عرف میں (نکاح کا قانونی اندراج (58) ، عدالتی نکاح (کوٹ میرج) (59)، باقاعدہ نکاح خواہ کا نکاح پڑھنا(60) اور نکاح خوانی پر اُجرت لینا(61)، برصغیر میں نکاح سے پہلے کلمے پڑھانا (62)، ٹیلی فون اور ویڈیوں لنک کے ذریعے نکاح وغیرہ کے مسائل (63) عصر حاضر کے عرف کے ساتھ خاص ہیں ان کا ذکر ہدایہ کے میں نہیں ملتا کیونکہ یہ ان کے ہاں معروف نہ تھے۔

---

(54)۔https://darulifta-deoband.com/home/ur/Nikah-Marriage/165665، 31مارچ2021ء، 8بجے رات

(55). مرغینانی، (2003ء) الہدایۃ شرح البدایۃ، ج1، ص214

(56). احمد رضا، اعلیٰ حضرت، (2008) فتاویٰ رضویہ، لاہور، رضافاؤنڈیشن، ج12، ص208

(57). منیب الرحمن، مفتی، (2005) تفہیم المسائل، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ج2، ص

(58). اعلیٰ حضرت، (2008ء) فتاوی رضویہ، ج21، ص23

(59). https://www.thefatwa.com/urdu/questionID/4072 ، 18اپریل2020ء، 7بجے دن

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

صاحب ہدایہ کے ہاں طلاق کے لیے معروف الفاظ کا حکم:

طلاق دینے اور واقع ہونے کے اعتبار سے طلاق کی دو اقسام ہے(صریح اور کنایہ)صریح کے لیے درج ذیل الفاظ مستعمل ہیں:انت طالقۃ،انت مطلقۃ ،طلقتک،یہ الفاظ صریح اس لیے ہیں کہ عام طور پر ان کا استعمال طلاق دینے کے لئے ہوتا ہے،اور یہ غیر طلاق کے لئے بہت کم استعمال ہوتے ہیں۔ اور ان الفاظ سے دی جانے والی طلاق کو طلاق رجعی کہتے ہیں۔اس لئے کہ اس طرح کی دوطلاقوں کے بعد نکاح وغیرہ کئے بغیر دوران عدت،عورت سے رجوع کرنے اور اسے اپنے نکاح میں واپس لینے کا حق باقی رہتا ہے۔قرآن کریم[64] میں ہے:وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالی نے شوہر کو بعول کہا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ طلاق رجعی سے زوجیت باطل نہیں ہوتی۔اور اگرزوجین چاہیں تو دوبارہ ایک دوسرے کے شریک زندگی بن سکتے ہیں۔لیکن اگر شوہر نے صریح الفاظ کے ہیئت اور صیغے کو بدل دیا مثلاً اگر اس نے لفظ"مُطْلَقَة"میں "ط" کو ساکن کر کے لفظ بولا تو اس حوالے سے صاحب ہدایہ[65] لکھتے ہیں۔

"ولو قال:أنت مطلقة بتسكين الطاء لا يكون طلاقاً، إلا بالنية لأنها غير مستعملة فيه عرفاً فلم يكن صريحاً."

"اگر شوہرنے "ط" کو ساکن کر کے"انتِ مطلقۃ" کہا تو نیت کے بغیر بیوی مطلقہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ عرف میں معنیٰ طلاق کے لیے مستعمل نہیں ہے،اس لیے صریح نہیں ہوگا۔"

مذکورہ اقتباس کا حاصل یہ ہے کہ اگر شوہر نے مطلقہ کی بجائے "ط" کو ساکن کر کے "انتِ مطلقۃ"استعمال کیا تو اس صورت میں بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ معنیٰ طلاق کی ادائیگی کے لیے یہ لفظ متعارف نہیں ہے۔ اس لیے ایقاعِ طلاق کے معنیٰ میں صریح نہیں ہوگا۔ لیکن چونکہ اس سے طلاق کا مفہوم ادا ہو جاتا ہے اس لیے اسے متکلم کی نیت پر محمول کریں گے، کہ بدون نیت تو لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن شوہر اگر ایقاعِ طلاق کی نیت اور ارادے کو ظاہر کرتا ہو،تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے طلاق کا حکم سنایا جائے گا۔

مذکورہ مسئلے کا اگر عصری جائزہ لیا جائے تو وہ یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے اصول بیان کیا ہے کہ چونکہ مذکورہ لفظ معاشرے میں اس مفہوم اور مقصد میں رائج نہیں لہذا اس سے طلاق کا حکم ثابت نہیں ہوگا۔اور مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر اس طرح کے الفاظ سے طلاق دینا معروف ہوتا تو طلاق واقع ہو جاتی۔موجودہ عرف کو سامنے رکھتے ہوئے طلاق کے لفظ کو بدل کر بولنے کے حکم کو مولانا مفتی حکیم احمد حسن خان[66] لکھتے ہیں۔

" تلک کا لفظ عوام غیر تعلیم یافتہ طلاق کے معنی میں بولتے ہیں۔ آزاد تلک، تلک، تلک کر دیا کے معنی یہ ہیں کہ میں نے تین بار طلاق طلاق کہہ کر اپنی بیوی کو آزاد کر دیا۔ان حالات میں متکلم کی جانب سے اس کی زوجہ کو تین طلاق(طلاق مغلظ)ہو کر زوجیت کا رشتہ ختم ہو گیا۔ "

لفظ طلاق کی غلط تلفظ کے ساتھ ادائیگی کا یہی حکم علامہ عبد الحق حقانی[67] نے بھی بیان کیا ہے۔دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے مفتیان[68] عرف حاضر میں طلاق کے لیے رائج الفاظ کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لفظ"چھوڑدیا" اصلاً کنایہ ہے،لیکن عرف عام میں طلاق کے لیے کثرت سے استعمال ہونے کی وجہ سے الفاظ صریحہ کے حکم میں ہوگیا،جس طرح کہ لفظ"سرحتُکِ" کا استعمال کنایہ میں ہوتا تھا،لیکن عرف عام میں طلاق کے لیے کثرت سے استعمال کی وجہ سے صریح کے حکم میں ہوگیا۔"

معاشرے میں طلاق کے لیے معروف لفظ ڈائیورس کا حکم بیان کرتے ہوئے مولانا مفتی عبد الرحیم لاجپوری[69] بیان کرتے ہیں۔

"اگر لفظ ڈائیورس وہاں کی زبان میں طلاق کے لئے موضوع ہے اور طلاق ہی کے لئے مستعمل ہے تو اس سے طلاق واقع ہو جائیگی ایک مرتبہ کہنے سے ایک طلاق رجعی،دومرتبہ سے دو،تین مرتبہ سے تین طلاقیں(واقع ہو جائیں گی)۔"

---

(60). منیب الرحمٰن،مفتی(2005ء) تفہیم المسائل،ج8،ص227

(61). گنگوہی،محمود حسن:(۲۰۰۵ء)،"فتاویٰ محمودیہ"،دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی،ج4،ص289

(62). منیب الرحمٰن،مفتی(2005ء) تفہیم المسائل،ج9،ص28

(63). گنگوہی،محمود حسن:(۲۰۰۵ء)،"فتاویٰ محمودیہ"،دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی،ج11،ص162

(64). البقرہ:2:228

(65). مرغینانی،(2003ء)الہدایۃ شرح البدایۃ،ج1،ص231

(66). مولانا مفتی حکیم احمد حسن خان،فتاویٰ علم وحکمت(2011ء)ترتیب وتدوین،محمد ذاکر جے پوری،مکتبہ محمودیہ علی پور میرٹھ،ج2،ص114

(67). حقانی،عبدالحق(2010ء)فتاویٰ حقانیہ ج۴،۵۸۶،ناشر جامعہ علوم الاسلام حقانیہ،اوکاڑہ

(68). https://darulifta.info/d/deoband/fatwa/gu1 ،مورخہ 31مارچ2021ء،10بجے رات

(69). لاجپوری،مولانا مفتی عبد الرحیم،فتاویٰ رحیمیہ،(2010ء)دار الاشاعت اردو بازار کراچی،ج۸،ص۳۱۱

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی[70] نے بھی معاشرے میں طلاق کے لیے معروف لفظ ڈائیورس کا یہی حکم بیان کیا ہے۔ مذکورہ بالا تمام تر فتاویٰ اور صاحبِ ہدایہ کی اقتباس سے ایک ہی اصول واضح ہوتا ہے کہ جو الفاظ معاشرے میں طلاق دینے کے لیے معروف ہو جائیں ان سے طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے۔ اور جو الفاظ طلاق کے لیے معروف نہ ہوں ان سے بعد از استفسارِ نیت طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ طلاق کے لیے معروف الفاظ کا جو حکم صاحبِ ہدایہ کے ہاں ہے وہی ہمارے ہاں بھی ہے۔ اس اصول کے تحت ہمارے ہاں تلاق، تلک، چھوڑ دیا، ڈائیورس، تم میری طرف سے آزاد ہو، میں نے تمہیں آزاد کیا اور تم میری طرف سے فارغ ہو وغیرہ کے الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہو جائے گی کیونکہ ہمارے ہاں یہ الفاظ طلاق کے لیے معروف ہو چکے ہیں۔ ہدایہ کے ہاں ان الفاظ کا کوئی اعتبار نہ تھا کیونکہ یہ ان کے ہاں معروف نہ تھے۔ حکم میں یہ سارا فرق عرف وعادت کے فرق کو نمایاں کرتے ہوئے حکم میں تفاوت کو بھی بیان کرتا ہے۔

عرف حاضر میں طلاق کے ساتھ لفظ "اب" یا "اس کے بعد" کی شرط کا حکم:

ہدایہ میں طلاق کو مشروط کرنے یا کسی چیز کو شرط سے معلق کرنے کی ابحاث تو ملتی ہیں ان کے ہاں جو چیزیں اور کلمات رائج تھے ان کے ساتھ طلاق کو معلق کیا جاتا تھا۔ لیکن یہاں ایک بات غور طلب ہے وہ یہ کہ صاحب ہدایہ کے ہاں عربی لغت مستعمل تھی وہ عربی گو تھے، ان کے ہاں محاورات اور کلمات عربی کے ہی استعمال ہوتے تھے لہٰذا انہوں نے طلاق کے استعمال ہونے والے الفاظ کی ذیل میں انہیں الفاظ کو یا ان کے حکم کو بیان کیا ہے جو ان کے ہاں رائج تھے جبکہ ہمارے ہاں تو اردو اور علاقائی زبانیں معروف ہیں۔ ہم عربی نہیں بولتے لہٰذا جب ہمارے ہاں طلاق کے لیے معروف الفاظ کا حکم بیان کیا جائے گا تو ہماری زبان اور محاورے کو سامنے رکھا جائے گا نہ کہ ہدایہ کے عرف کو مثلاً مفتی منیب الرحمٰن[71] لکھتے ہیں۔

" آج کے بعد کے کلمے کو ہمارے عرف اور محاورے میں "اس کے بعد" یا اب "اگر " کے معنٰی میں بولا اور سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ کوئی شخص یہ کہے کہ " آج کے بعد اگر میں اس کے گھر گیا تو میری بیوی پر تین طلاقیں "لہذا جب بھی وہ شخص اس کے گھر جائے گا تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور وہ اس پر حرمت مغلظہ سے حرام ہوجائے گی۔"

مذکورہ مثال اور اس کا حکم صاحب ہدایہ کے عرف اور ہمارے عرف میں فرق کو نمایاں کرتا ہے اور اس فرق کے تحت حکم میں فرق کو بھی نمایاں کرتا ہے کہ جس علاقے یا جس زبان میں جو کلمات معروف ہوں اور جس معنٰی میں معروف ہوں ان کلمات کا اسی حکم میں قبول کیا جائے گا، جو اُن کے ہاں معروف ہے۔

طلاق دیتے ہوئے انگلیوں سے اشارہ کرنے کا عرف سے استدلال:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے لیکن زبان سے عدد کا تعین نہ کرے کہ میں تمہیں ایک طلاق دیتا ہوں یا دو اور عدد کی تخصیص کے لیے ہاتھ کی انگلیوں کا استعمال کرے تو اس مسئلہ کی وضاحت میں صاحب ہدایہ[72] لکھتے ہیں۔

"ومن قال:لامرأته، أنت طالق هكذا يشير بالإبهام والسبابة والوسطى، فهي ثلاث،لأن الإشارة بالأصابع تفيد العلم بالعدد في مجرى العادة إذا اقترنت بالعدد المبهم."

"جس شخص نے ابہام سابہ اور وسطٰی کی انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے اپنی بیوی سے "انتِ طلق ہکذا " کہا تو وہ تین طلاق والی ہوگی۔ کیونکہ انگلیوں کا اشارہ اگر عدد مبہم سے متصل ہو تو عادتاً وہ عدد کی معلومات کا فائدہ دیتا ہے۔"

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو "انتِ طالق ہکذا" کہا اور شہادت کی انگلی، انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا، تو اس صورت میں اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ دلیل یہ ہے کہ جب عدد مبہم کے ساتھ اشارہ متصل ہوتا ہے تو عرف وعادت میں اس سے تعداد کی معلومات حاصل کی جاتی ہے۔ اور عدد کا فائدہ ملتا ہے۔ لہٰذا یہاں بھی تین انگلیوں کے اشارے سے تین کی تعداد معلوم ہوگی۔ اور بیوی پر عرف کی وجہ سے تین طلاقیں واقع ہونگی۔ اور یہی حکم موجودہ عرف میں بھی ہوگا۔

عنین شوہر کی قسم کا موجودہ عرف میں حکم:

عورت و مرد کے مابین فسخ نکاح کی جن صورتوں میں قضاء قاضی شرط ہے ان میں سے ایک عنت بھی ہے۔ **عنت:** یعنی وہ مرد جس کا آلہ تناسل تو موجود ہو لیکن وہ اپنی زوجہ سے دخول نہ کر سکتا ہو۔ تو ایسی صورت میں عورت کو حق حاصل ہوگا کہ وہ قاضی کے پاس تفریق کے لیے نالش دائر کرسکے۔ قاضی ایسی صورت میں بعد مرافع نالش اس کے شوہر سے دریافت کرے اگر شوہر اقرار کرے تو ایک سال کی مہلت دے اگر ایک سال کے اندر جماع کر لے تو عورت کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا اور اگر جماع نہیں کیا اور عورت پھر تفریق کی خواستگار ہوئی تو قاضی شوہر سے طلاق دینے کو کہے اگر طلاق دے دے فبہا ورنہ قاضی تفریق کرنے کا مجاز ہوگا۔ اس حوالے سے صاحب ہدایہ[73] نے زوجین کے مابین اختلاف کی صورت میں حکم بیان کیا ہے کہ

"ولو اختلف الزوج والمرأة في الوصول إليها فإن كانت ثيبا فالقول قوله مع يمينه ... وإن نكل يؤجل سنة وإن كانت بكرا نظر إليها النساء فإن قلن هي بكر أجل سنة لظهور كذبه وإن قلن هي ثيب يحلف الزوج فإن حلف لا حق لها وإن نكل يؤجل سنة."

"اور بیوی کے پاس پہنچنے کے حوالے سے زوجین کے مابین اختلاف ہو جائے تو اگر عورت ثیبہ ہو تو شوہر کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ پھر اگر شوہر نے قسم کھالی تو عورت کا حق باطل ہو جائے گا۔ اور اگر اس نے قسم سے انکار کر دیا تو اسے ایک سال

(70). رحمانی، مولانا خالد سیف اللہ، (2007ء) کتاب الفتاوی، زمزم پبلیشرز، کراچی، ج۵، ص۸۳

(71). منیب الرحمٰن، مفتی، (2005ء) تفہیم المسائل، ج8، ص273

(72). مرغینانی، (2003ء) الہدایۃ شرح البدایۃ، ج1، ص238

(73). مرغینانی، (2003ء) الہدایۃ شرح البدایۃ، ج2، ص26

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

(علاج) کے لیے مہلت دی جائے گی۔اور اگر عورت باکرہ ہو تو عورتیں اس کا معائنہ کریں چنانچہ اگر وہ کہہ دیں کہ عورت باکرہ ہے تو شوہر کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی اس لیے کہ اس (شوہر) کا جھوٹ ظاہر ہو گیا۔اور اگر عورتیں کہیں کہ عورت ثیبہ ہے تو شوہر سے قسم لی جائی گی۔چنانچہ اگر اس نے قسم کھالی تو عورت کا حق نہیں رہا۔اور اگر اس نے انکار کر دیا تو اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔"

مذکورہ عبارت میں یہ اصول واضح ہے کہ اگر شوہر قسم کھالے (کہ وہ عنین نہیں ہے اور اس نے عورت کے ساتھ دخول کیا ہے) تو ثیبہ عورت کا اعتراض زائل ہو جائے گا۔اور اگر عورت باکرہ ہے تو پھر شوہر کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔عورت کے مقابلے میں شوہر کی قسم کا اعتبار کیا جائے گا۔لیکن اگر موجودہ عرف کی بات کی جائے تو اب قسم اٹھانا کوئی بڑی بات نہیں لوگ بات بات پر جھوٹی قسمیں کھاتے پھرتے ہیں کس کی قسم کا اعتبار کیا جائے؟لہذا آج کا دور تقاضیٰ کرتا ہے کہ صرف شوہر کی قسم پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ اس کا معائینہ بھی ہونا چاہیے،عصر حاضر کے اسی تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے علامہ برکاتی[74] لکھتے ہیں۔

"لیکن آج کل جب کہ جھوٹی قسم کھا لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے، ایسی صورت میں صرف قسم پر اکتفا کرنے میں فریق ثانی کی حق تلفی ہوگی، لہذا صرف قسم پر اکتفا نہ کرے، مرد کی جانچ بھی کرانی چاہیے، جس طرح عورت کو جانچ کرنے کا حکم ہے۔"

مذکورہ بالا مسئلہ نے عرف کے تغیر کی بنا پر حکم کے تغیر کو واضح کر دیا ہے. چونکہ لوگوں کے احوال اب وہ نہیں رہے جو پہلے ہوا کرتے تھے اب لوگ بات بات پر قسمیں اٹھاتے پھرتے ہیں،قسم کی وہ اہمیت باقی نہیں رہی جو پہلے ہوا کرتی تھی لہذا اب فقط قسم پر اکتفاء نہیں کیا جائے گا بلکہ قسم کے ہمراہ شوہر کا طبی معائنہ بھی ضروری ہو گا۔

عرف حاضر میں فسخ نکاح بوجہ تعسر نفقہ:

اسلام نے ناگزیر اور نامساعد حالات کے پیش نظر فتنہ وفساد سے بچنے کے لیے رشتہ ازدواج بصورت طلاق ختم کرنے کا اختیار مرد کو عطا کیا ہے۔لیکن اگر شوہر اپنے اس حق کا غلط استعمال کرے اور عورت کی زندگی کو اجیرن کر دے تو شریعت نے عورت کو خلع کا حق عطا کیا ہے جس کی مدد سے عورت شوہر کو کچھ دے کر اپنی جان چھوڑا سکتی ہے اور اگر شوہر خلع کے لیے بھی راضی نہ ہو تو شریعت نے عورت کو اختیار دیا ہے کہ وہ قاضی (عدالت) کی طرف رجوع کر کے نکاح فسخ کرواسکے۔ تنسیخ نکاح کے لیے عورت کا بہت سی صورتوں میں عدالت کی طرف رجوع کرنا جائز ہے ان صورتوں میں سے ایک صورت تعسر نفقہ بھی ہے (یعنی شوہر اپنی بیوی کے نان نفقہ کا مناسب بندوبست نہ کر سکے۔) احناف کے ہاں اس مسئلہ کی بابت یہ حکم بیان کیا جاتا ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کے نان ونفقہ کے بندوبست سے قاصر اور معذور ہے تو میاں بیوی کے مابین تنسیخ نکاح نہیں ہو گا۔لہذا صاحب ہدایہ[75] بیان کرتے ہیں۔

"ومن أعسر بنفقة امرأته لم يفرق بينهما ويقال لها استديني عليه."

"جو شوہر اپنی بیوی کو نفقہ دینے سے بے بس ہو گیا تو ان دونوں کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی۔اور اس عورت سے کہا جائے گا کہ وہ اپنے شوہر کے نام پر قرض لے لے۔"

مذکورہ بالا اقتباس سے احناف کا موقف واضح ہو تا ہے کہ تعسر نفقہ کی صورت میں میاں بیوی کے درمیان تفریق کا حکم صادر نہیں کیا جاسکتا۔یہ حکم صاحب ہدایہ اور متقدمین کے ہاں تو روا تھا لیکن اگر اس حکم کا اطلاق موجودہ دور میں کیا جائے تو عورتوں کے لیے ایک ناقابل برداشت حرج واقع ہو سکتا ہے جس کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔موجودہ دور میں ضروریات اور اخراجات پہلے زمانوں سے کئی گنا مختلف ہیں کل جن چیزوں کا ذکر تک موجود نہ تھا آج ان کے بغیر دن بھر کا گزارا ممکن نہیں۔لہذا اب اس حکم پر غور کی ضرورت تھی یہی وجہ ہے کہ معاصر علماء نے موجودہ حالات کے پیش نظر تعسر نفقہ کو تفریق کے لیے بطور سبب معتبر شمار کیا ہے۔اس مسئلہ کی بابت مولانا برکاتی [76] لکھتے ہیں۔

"اصل مذہب حنفی تو یہی ہے کہ تعسر نفقہ کی بنیاد پر نکاح فسخ نہیں ہوتا اور قاضی کو تفریق کا حق نہیں لیکن دفع ضرر کے لیے عصر حاضر میں عورت کو یہ اجازت ہے کہ قاضی حنفی کے یہاں اپنی مصیبت و پریشانی سے رہائی کے لیے درخواست دے، لیکن قاضی فوراً فسخ نکاح کا فیصلہ نہ صادر کر دے بلکہ اس کی پوری تحقیق کرلے۔"

مذکورہ بالا مسئلہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صاحب ہدایہ اور عرف حاضر کے نان نفقہ کے رجحانات میں یقیناً تبدیلی واقع ہوئی ہے اور اس تبدیلی نے حکم میں تغیر کو ثابت کیا ہے ۔پہلے زمانوں میں صرف دووقت کی روٹی، تن ڈھانپنے کے لیے لباس اور رہنے کے لیے چھت کی ضرورت ہوتی تھی جبکہ موجودہ دور میں حالات اتنے بدل چکے ہیں کہ کل جو چیزیں تعیشات کے دائرے میں شمار ہوتی تھیں آج ضروریات بن چکی ہیں لہذا وقت تقاضیٰ کرتا تھا کہ حکم کو بدل دیا جائے سو فقہاء نے بر بنائے بصیرت اس کو بدل دیا اور اگر صاحب ہدایہ اس دور میں حیات ہوتے تو وہ بھی یقیناً یہی حکم بیان کرتے جو معاصر علماء نے کیا ہے۔

---

(74). برکاتی،نظام الدین،رضوی:(2014ء)،"مجلس شرعی کے فیصلے"،کراچی،مکتبہ دار النعمان،ص70

(75). مرغینانی،(2003ء)الھدایة شرح البدایة،ج2،ص41

(76). برکاتی،نظام الدین،رضوی:(2014ء)،"مجلس شرعی کے فیصلے"،کراچی،مکتبہ دار النعمان،ص233

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

اس کے علاوہ اگر موجودہ عرف میں طلاق اور تنسیخ نکاح سے متعلق معروف جدید مسائل کا ذکر کیا جائے تو ان میں (خون چڑھانے سے محرمیت کا ثابت نہ ہونا[77]، زوجین میں سے ایڈز سے محفوظ کا، ایڈز میں مبتلا سے علیحدگی حاصل کرنے کا حق [78]، موبائل ایس ایم ایس (SMS) اور ای میل (e mail) کے ذریعے دی گئی طلاق [79]ل وغیرہ کے وہ مسائل ہیں جو موجودہ عرف کے ساتھ خاص ہیں اور ان کا ذکر ہدایہ میں نہیں ملتا ان کے ہاں معروف نہ ہونے کے سبب۔

حاصلات:

تحقیق ہذا کا خلاصہ اور حاصلات یہ ہے کہ امام مرغینانی صاحب ہدایہ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف الہدایہ میں دیگر بہت سے مسائل کی طرح عائلی مسائل میں بھی عرف کے لحاظ اور اس کے اطلاق کو نمایاں رکھا ہے۔ جس سے عرف کی حجیت اور اس کی ضرورت واہمیت واضح ہوتی چلی جاتی ہے۔اس تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسائل جو عرف پر مبنی ہوں جیسے عرف بدلے ان کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔صاحب ہدایہ نے کفو کے معیارات، غیر کفو کے نکاح کے حکم، حاکم کے وکیل کے باندی سے نکاح کر دینے کے حکم، مہر مثل کے مسئلے، ہدیہ اور مہر کے حوالے سے زوجین میں اختلاف ہونے، طلاق کے لیے غیر معروف الفاظ کے حکم، طلاق مبہم کے ہمراہ انگلیوں کے اشارے کے حکم، عنین شوہر کی قسم کے ہمراہ معائنے اور تعسر نفقہ کے باعث تفریق وغیرہ کے احکام کو عرف کے ساتھ خاص کیا ہے۔

تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ مذکورہ مسائل میں سے بہت سے مسائل کا حکم عرف کے بدلنے کے باعث بدل چکا ہے۔اور اس کے علاوہ جدید عرف کے عائلی مسائل میں بہت سے ایسے مسائل معروف ہو چکے ہیں کہ جن کا ہدایہ میں ذکر تک نہیں ملتا۔یہ عرف میں تغیر اور اس کے باعث احکام میں تغیر کی بین دلیل ہے۔

سفارشات:

مذکورہ بالا تحقیق اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ عرف کو شریعت میں عدم نص اور قواعدِ اسلامیہ کے منافی نہ ہونے کی صورت میں خاصی اہمیت حاصل ہے لہذا عصر حاضر کے مفتیان کرام، فقہاء اور محققین کو چاہیے کہ جدید مسائل کے حل میں عرف کو ہمیشہ ملحوظ نظر رکھیں جس طرح ہمارے اسلاف (صاحب ہدایہ) نے اس کا اہتمام کیا۔

---

(77). سعیدی، غلام رسول، علامہ: (2002ء)، "شرح صحیح مسلم"، لاہور، مکتبہ فرید بک سٹال، ج2، ص832

(78). ابو غدہ، عبد الستار، (اپریل 2006ء)، "جدید فقہی مسائل اور ان کا مجوزہ حل، "(فقہی اجلاسوں کی قرار دادیں اور سفارشات) مترجم، ندوی، محمد رضی الاسلام، کراچی، ماڈرن اسلامک فقہ اکیڈمی، ص242

(79). منیب الرحمن، مفتی، (2005) تفہیم المسائل، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کنشنز، ج6، ص364